السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ ﷺ کو معراج جسمانی ہوا تھا یا روحانی؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

نبی مکرم ﷺ پر اللہ تعالی کی طرف سے ایک ہی رات میں دو احسان ہوئے۔ (1) اسراء۔ (2) معراج دونوں روح مع الجسم سے ہوئے اسراء مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصی (بیت المقدس) تک ہوا اور معراج وہاں بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر ہوئی۔ دونوں کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اسراء کا تذکرہ سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدا میں ہے اللہ رب العالمین فرماتے ہیں :

سُبحَـٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسرَىٰ بِعَبدِهِۦ لَيلًا مِّنَ ٱلمَسجِدِ ٱلحَرَامِ إِلَى ٱلمَسجِدِ ٱلأَقصَا (بنی اسرائیل:۱)

''پاک وہ ہے ذات جس نے اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصی تک سیر کروائی۔''

اور ظاہر ہے کہ عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے نہ کہ صرف روح پر۔ اسی طرح ''اسری'' کے لفظ سے صرف روح مراد لینا غلط ہے کیونکہ اگر واقعہ یہ روحانی ہوا تھا تو اس کے لیے قرآن کریم اس طرح فرماتا کہ :

سُبحَـٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسرَىٰ عَبدِهِ ٱلمَسجِدِ ٱلأَقصَى فى ٱلمَسجِدِ ٱلحَرَام

بلکہ اس کی جگہ اس طرح کے الفاظ کہ ''اپنے بندے کو یہاں سے لے کر وہاں تک سیر کروائی۔''

یہ دلالت کرتے ہیں کہ یہ معاملہ روحانی ہرگز نہ تھا اس کے بعد احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک پہنچانے کے لیے براق نامی جانور لایا گیا تھا جس پر آپ سوار ہوئے۔ کیا روحانی طور پر سیر کے لیے اس طرح سواری کے لیے جانور کی ضرورت تھی؟ اس کے بعد مسجد اقصی سے آسمانوں کی طرف ارتقاء ایک نورانی سیڑھی کے ذریعے ہوا اس لیے اسے معراج کہا جاتا ہے اور معراج کی معنی سیڑھی ہے اس کے لیے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کی جملہ احادیث مع آیات یکجا کردی ہیں جن سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ معاملہ روح اور جسم دونوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ صرف روح سے پھر ہر آسمان کی ابتدا میں سیدنا جبریل

علیہ السلام دروازہ کھلوار ہے تھے اور اس دروازے کے چوکیدار یا خازن کا آپ ﷺ کے متعلق پوچھنا اور جبریل امین علیہ السلام کا آپ ﷺ کے متعلق بتانا اس کے بعد دروازہ کھلنا یہ سب باتیں جسم اور روح دونوں پر دلالت کرتی ہیں۔ روحانی یا خواب میں تو (اکثر طور پر) صرف یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ فلاں جگہ پہنچ گیا ہوں، درمیان کے معاملات سامنے نہیں آتے۔

علاوہ ازیں حدیث شریف میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آکر مجھے نیند سے بیدار کیا اور وہاں سے لے جا کر زمزم کے کنویں کے پاس آئے اور میری قلب (دل) کو نکال کر پانی کے ساتھ دھویا پھر اس میں ایمان اور حکمت بھر دی اور پھر واپس اسی جگہ رکھ دیا اور وہاں سے باہر لے جا کر براق پر سوار کیا۔ کیا روح کے لیے اس طرح کی تفصیلات و معاملات کی ضرورت تھی؟ معراج کا تذکرہ سورۃ النجم میں ہے کہ :

وَلَقَد رَءَاهُ نَزلَةً أُخرَىٰ ١٣ عِندَ سِدرَةِ ٱلمُنتَهَىٰ ١٤ عِندَهَا جَنَّةُ ٱلمَأوَىٰٓ ١٥ إِذ يَغشَى ٱلسِّدرَةَ مَا يَغشَىٰ ١٦ مَا زَاغَ ٱلبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ١٧ (النجم:۱۳تا۱۷)

یعنی نبی کریم ﷺ نے دوسری مرتبہ اترتے وقت جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتھی کے نزدیک دیکھا اور وہ سدرۃ المنتھی مؤمنین کی ہمیشہ رہنے کی جگہ جنت کے قریب تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی کچھ آیات کبری کا مشاہدہ کیا اس مشاہدہ کے دوران آپ ﷺ کی نظر مبارک نہ تو حد سے متجاوز ہوئی اور نہ ہی سیدھی راہ سے ہٹی آخر روحانی معاملہ میں اس طرح چڑھنا اور اترنا اور نظر کا حد سے متجاوز نہ ہونا وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا یہ معاملہ تو ادھر ہی بیٹھے بیٹھے مشاہدہ میں آتا ہے اس کے لیے سواری پر اوپر نیچے اترنے کی باتوں کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ آپ ﷺ کو اس معراج کے علاوہ روحانی طور پر یا خواب میں کئی مرتبہ مشاہدات کروائے گئے تھے آپ ﷺ نے وہ بیان تو فرمائے لیکن ساتھ یہ فرماتے کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے لیکن چونکہ یہ معاملہ خواب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق جسم سے ہے لہذا اس میں خواب کی تصریح نہیں فرمائی بلکہ اس میں خواب کے برعکس اوپر چڑھنے، اترنے وغیرہ کا ذکر ہے۔ کیا ایک سلیم الفطرت انسان ان دونوں واقعات میں فرق اور تفاوت سمجھ نہیں سکتا؟ باتیں تو اور بھی زیادہ ہیں لیکن طوالت سے کام لینا مناسب نہیں صرف آخری ایک بات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اگر یہ معاملہ بالفرض روحانی یا خواب کا ہوتا تو صبح کے وقت جب آپ ﷺ نے اس سفر اور مشاہدہ کا تذکرہ فرمایا تو کچھ ضعیف الایمان شک میں پڑگئے اور کچھ کفار نے اعتراض کیا کہ ہمیں بیت المقدس آنے جانے میں کئی ماہ بیت جاتے ہیں تو ایک ہی رات میں (اوپر آسمان والی بات تو دور رہی) بیت المقدس جا کر پھر واپس بھی آگیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اعترض جسمانی معاملہ پر ہے ورنہ خواب میں یا روحانی طرح انسان کہیں دور جا کر بہت کچھ دیکھ آتا ہے کبھی دیکھتا ہے کہ میں

مکہ مکرمہ میں پہنچ گیا ہوں طواف کر رہا ہوں حجر اسود کو بوسہ دے رہا ہوں، ان سب معاملات کو بتانے پر کوئی بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آج رات میں جاگتے ہوئے مکہ مکرمہ گیا تھا طواف وغیرہ کر کے واپس آگیا ہوں تو یہ بات قابل اعتراض ہے اور واقعی لوگ اس پر اعتراض کریں گے۔

اسی طرح اگر یہ معاملہ صرف روحانی تھا تو کفار کا اعتراض بالکل بے معنی ہے اور وہ اس طرح نہ کہتے کہ اگر واقعتاً تم گئے ہو تو ہمیں بیت المقدس کی نشانیاں بتادو اور آپ ﷺ بھی ان کی اس بات پر پریشان نہ ہوتے کہ میں خاص طور پر نشانیاں نوٹ کرنے تو نہیں گیا تھا اور اب ان کو کیا بتاؤں بلکہ آپ ﷺ فرمادیتے کہ میں نے یہ دعوی تو نہیں کیا کہ میں جسم کے ساتھ سیر کرکے آیا ہوں یہ صرف خواب یا روحانی معاملہ تھا۔ اس طرح فرمادیتے اور سارا معاملہ ختم ہوجاتا۔ جب آپ ﷺ کی معراج والی یہی بات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کفار نے بطور اعتراض پیش کی تو انہوں نے فرمایا: اگر نبی ﷺ نے یہ بات کہی ہے تو آپ ﷺ نے بالکل سچ فرمایا ہے واقعتاً آپ نے یہ سیر کی ہے اس میں بھی واضح دلالت موجود ہے کہ یہ معاملہ جسمانی تھا کیونکہ اگر یہ واقعہ روحانی تھا یا محض خواب تھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صاف فرمادیتے ارے کیا بات کرتے ہو یہ تو روحانی معاملہ ہے یا خواب کا واقعہ ہے اس پر اعتراض کیا معنی رکھتا ہے؟ بہرحال ایک منصف مزاج اور حق پرست کے لیے مذکورہ بالا دلائل کافی وشافی ہیں باقی کج بحث اور ہٹ دھرم لوگ کبھی بھی حق کو سمجھ نہیں سکتے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 230

محدث فتویٰ